اہل کتاب اور ایمان بالرسالت

(از جناب پرویز بی۔ اے ہوم ڈیپارٹمنٹ نئی دہلی)

آزادی فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے لیکن جس طرح فطرت کے ہر عطیہ سے صحیح صحیح فائدہ حاصل کرنے کے لیے تعین حدود و شرائط ضروری ہے اسی طرح آزادی بھی صحیح معنوں میں اسی صورت میں نفع بخش ہو سکتی ہے جب اسے بھی حدود و قیود سے محصور کیا جائے۔ یہی تعین حدود، مذہب کا منصب ہے۔ سلیم الفطرت طبائع تو اس تحدید کو آیۂ رحمت سمجھتی ہیں کہ وہ انہیں ہلاکت و بربادی کے عمیق غاروں سے بچاتی ہے لیکن سرکش طبائع کی یہ حالت ہے کہ وہ ہمیشہ اس حدود شکنی اور قیود فراموشی میں ہی لطف زندگی محسوس کرتی ہیں اور ان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ان کی طبعی جولانیوں اور نفسانی کام جوئیوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے حتیٰ کہ تعینات کے تمام پردے اٹھ جائیں اور حدود و شرائع کے امتیازی خطوط یوں مٹتے چلے جائیں کہ جائز و ناجائز کی تمیز ان کی اپنی عقل کے تابع ہو جائے۔ اور کفر و ایمان، حلال و حرام کی کچھ بحث ہی باقی نہ رہے۔ اسلام کی یہ ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ اُس نے اس حدود بندی میں کہیں ایسی سخت گیری سے کام نہیں لیا جو انسان کے لیے غیر فطری کہلائی جا سکے لیکن اس کی پابندی بھی تو سلیم الفطرت طبائع ہی کے لیے خوش آیند ہوتی ہے، سرکش طبائع کی تو یہ کیفیت ہے کہ:-

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ (۷: ۲۲)

اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر اس پر تو بوجھ رکھے تب بھی ہانپے۔ اور اگر چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔

ان میں سے بعض لوگ تو مذہب کے خلاف علانیہ علم بغاوت بلند کر کے مکمل آزادی حاصل کر لیتے ہیں لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اسلام کی طرح ان کے کفر کی وفاداری مشروط بہ استواری نہیں ہوتی۔

وہ خواہشات نفسانی کی کامرانیوں میں دل کی حکومت پر کسی اور قوت کا (Control) بھی گوارا نہیں کرنا چاہتے اور ساتھ ہی ساتھ، بعض مصالح کے بنا پر مذہب سے اپنا رشتہ بھی منقطع نہیں کر سکتے۔ ایک طرف وہ یہ بھی اعلان کرتے رہتے ہیں کہ اسلام دنیا کا مکمل ترین مذہب ہے اور نوع انسانی کی فلاح و بہبود اسی کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری طرف اپنی بارگاہ جبروت سے یہ فتویٰ بھی شائع کرتے رہتے ہیں کہ حصول مقاصد کے لیے عقیدہ کوئی شے نہیں۔ "ایک مشرک کو محض اس لیے جہنم میں کیوں ڈالدیا جائے کہ اس نے خدا کے سوا کسی اور کے سامنے بھی اپنا سر جھکا دیا تھا۔" کوئی معاملہ اعمال سے متعلق ہو یا عقائد سے، جب ان کے سامنے آتا ہے تو وہ کبھی یہ نہ دیکھیں گے کہ خدا اور رسول کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اسے اس خیال کے تابع دیکھیں گے کہ کیوں ہونا چاہیے، یہ گروہ تو بحیثیت مسلمان قابل تخاطب ہی نہیں۔ اس لیے کہ جو شخص شرک اور توحید کے عقیدہ میں کوئی فرق نہیں سمجھتا، جو کسی معاملہ کے فیصلہ میں اپنی عقل کو ہی حکم تسلیم کرتا ہے اس کے سامنے قرآنی دلائل پیش کرنا خود اپنی حماقت کا ثبوت دینا ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں آئین و ضوابط، عبادات و مناسک، شرائع و مناہج کے صرف اصول مذکور ہیں۔ اُن کی تفصیل و تبیین، تشکیل و تعمیل، ہمیں اس "صراط مستقیم" میں ملیگی جس کی نسبت خود خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) لہذا ایک گروہ نے تکلیفات شرعیہ سے بچنے کے لیے یہ راہ نکالی کہ اوامر و نواہی میں قرآنی اجمال ہی واجب الاتباع ہے، شریعت میں اسوۂ رسول اللہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیجیے ایک "ذراسی" تبدیلی سے ہزاروں پابندیاں اٹھ گئیں۔ ان میں سے بعض کا تو یہ خیال ہے کہ قرآن کریم میں عبادات وغیرہ کے لیے جو اجمالی احکام ہیں ان کی تفصیل بھی خود قرآن ہی کے اندر موجود ہے۔ اور اس تفصیل کی تلاش میں پھر وہ بڑی بڑی نادر تاویلات کھینچ تان کر لاتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! لیکن بعض حضرات ان سے بھی چار قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ نہیں قرآن کریم میں الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ وغیرہ کے الفاظ معروف بہ لام عہدی ہیں جس سے مطلب یہ ہے

کہ جس قسم کی صلوٰۃ یا زکوٰۃ مسلمانوں کے لیے فرض قرار دی گئی ہے، مخاطبین کے سامنے اس وقت اس کی عملی صورتیں موجود تھیں یعنی امم سابقہ کے پیرو آن کو اسی صورت اُسی ہیئت سے بجا لاتے تھے جو مسلمانوں میں رائج ہو گئیں، لہٰذا جس چیز کی تفصیل مخاطبین کے سامنے موجود تھی، اس کی مزید وضاحت کی قرآن میں کیا ضرورت تھی؟ آپ شائد حیران ہوں کہ ایسا دعویٰ کس طرح سے پیش کیا جا سکتا ہے کہ جس کی تکذیب خود قرآن میں موجود ہے (کہ اس وقت کے مخاطبین کی نماز کے بارے میں خود قرآن گواہ ہے کہ وہ کعبہ کے گرد سیٹیاں بجانا اور ننگے ناچ کرنا تھا) اور تاریخ بھی اس کو باطل ٹھیراتی ہے (کہ تمام اہل کتاب کی نمازیں ہمارے سامنے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی تو مسلمانوں کی نماز سے مشابہ نہیں۔ چہ جائیکہ بالکل یکساں ہو) لیکن اس کا کیا علاج کہ ایسے حضرات موجود ہیں جن کا دعویٰ یہی ہے۔

یہ گروہ چونکہ ایک مستقل فرقہ بن چکا ہے۔ اور اس کے عقائد کے متعلق بہ حیثیت ایک فرقہ کے ایک عرصہ سے بحث و مباحثہ ہوتا چلا آ رہا ہے، اس لیے اس مقالہ میں ہمارا تخاطب ان سے بھی نہیں۔

البتہ ایک تیسرا گروہ ہے جس کا دعویٰ ہے کہ چونکہ ہر قوم میں کوئی رسول ضرور مبعوث ہو چکا ہے، نجات و سعادت کے لیے کسی خاص شرع و منہاج کی ضرورت نہیں۔ ایک یہودی یا نصرانی، گبر و برہمن اپنے اپنے عقیدے پر قائم رہتے ہوئے اسی طرح نجات حاصل کر سکتا ہے جس طرح ایک مومن قرآن اور رسول اللہ کے اتباع سے حاصل کر سکتا ہے۔ اگرچہ ان کا یہ دعویٰ تو ایک بڑے وسیع دائرہ کو محیط ہے لیکن اس کی مخصوص شکل یوں سمجھیے کہ ان کے نزدیک اہل کتاب کے لیے یعنی ان اقوام کے لیے جنہیں دعویٰ ہے کہ وہ کسی نہ کسی پیغمبر کی شریعت اور کتاب کے عامل ہیں، قرآن اور رسول اللہ پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اس مقالہ میں صرف انہی مسلمان حضرات کو مخاطب کیا جا رہا ہے جن کا یہ عقیدہ ہے، اور کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کریم کے واضح اور منصوص احکام اس بارے میں ان کے سامنے رکھ دیے جائیں تاکہ وہ خود فیصلہ کر سکیں کہ ان کا یہ عقیدہ کس حد تک قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہے۔ اور کس حد تک اس میں ان کی مزعومہ

رواداری کا دخل ہے جس کے متعلق وہ اکثر محسوس نہیں کرتے کہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ جس شخص کا قرآن پاک کی حقانیت پر ایمان ہے، قرآن کریم کا کھلا کھلا فیصلہ سامنے آجانے کے بعد اس کے لیے سرتابی و روگردانی کی کوئی گنجایش باقی نہیں رہتی۔ اہمیت اس موضوع کی اس لیے زیادہ ہے کہ چند سال ادھر سے اس عقیدہ کی ایک عام رو پھیلتی چلی جارہی ہے، اور معترضین کے اس دعوے کے ثبوت میں جسقدر دلائل نظر سے گذر رہے ہیں وہ عام طور پر قرآن کریم کی صحیح تعلیم سے بے خبری پر مبنی ہوتے ہیں۔ یوں بھی تمام مذہبی نظام میں ایمان بالرسالت ایک نہایت اہم اور نہایت نازک مقام ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہی وہ مرکز اور وہ قطب ہے جس کی بنا پر یہ نظام قائم ہے۔ لہذا اس کے متعلق ایک صحیح، واضح، غیر مشکوک اور غیر متزلزل ایمان ہمارے قلوب میں مرتسم ہونا چاہیے کہ یہی وہ پل صراط ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے، اور جس کے پائے استدلال میں اس پر ذرا بھی لغزش ہوئی، ضلالت و گمراہی کے ابدی جہنم میں گر گیا۔ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ۔

جس شخص نے قرآن کریم کا ایک بار بھی مطالعہ کیا ہے اس پر اس حقیقت کے واضح کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ قرآن کریم نے عمل صالح کو ایمان سے مشروط رکھا ہے۔ و اذا فات الشرط فات المشروط۔ ایمان ہی نہ ہو تو عمل صالح کس طرح ہو سکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایمان کے بارے میں قرآن کریم کا کیا مطالبہ ہے اور اس کی رو سے ایمان کن اجزاء لاینفک پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ اجزاے ایمان قرآن کی رو سے پانچ ہیں۔ اللہ۔ ملائکہ۔ کتب۔ رسل۔ یوم آخر۔ اس کی تصریح کئی مقامات پر مذکور ہے۔ مثلاً

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (۲: ۲۲)	بلکہ نیکی اس کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر، اور یوم آخر پر، اور ملائکہ پر، اور کتاب پر، اور نبیوں پر۔

انہی اجزائے ایمانیہ کے انکار کا نام کفر اور صریح گمراہی ہے:۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ جو کوئی انکار کرے اللہ سے ۔ اور ملائکہ سے ۔ اور کتابوں سے اور رسول سے اور قیامت کے دن سے تو وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (۴ : ۲۰)

لیکن قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ مناسب مقامات پر تو تفصیل دیتا ہے لیکن جب دیگر مختلف مقامات پر اس تفصیل کے حوالہ کی ضرورت ہوتی ہے تو صرف اجمالاً اس کا ذکر کرتا جاتا ہے ۔ چنانچہ اجزائے ایمان کے متعلق بھی یہی انداز و اسلوب اختیار کیا گیا ہے ۔ تفصیلاً اجزائے ایمان بیان کر دینے کے بعد اب جہاں جہاں جس جزو پر زور دینے کی ضرورت ہوتی ہے ، یا اس تفصیل کا حوالہ مقصود ہوتا ہے ، وہاں ایک ایک دو دو اجزا کا ذکر کرتا جاتا ہے اور باقی اجزاء چھوڑتا جاتا ہے ۔ مثلاً ایک جگہ صرف ایمان باللہ کا ہی ذکر ہے ۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ (۴۱ : ۳) جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوں گے ۔

متعدد مقامات پر محض اللہ اور آخرت پر ایمان کا ہی ذکر ہے :۔

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ (۲ : ۸) جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اعمال صالح کیے ، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ۔

کہیں خدا و رسول پر ایمان کی دعوت دی گئی ہے ۔

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ (۳ : ۱۸) پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ ۔

ایک جگہ اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ اور قرآن پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے :۔

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا (۶۴ : ۸) پس ایمان لاؤ اللہ پر ۔ اور اس کے رسول پر ۔ اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے ۔

غرض کہ مختلف مقامات پر مختلف اجزاے ایمان کا ذکر ہے اور اس سے ہرگز ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ ایمان کے اجزاء ایک دوسرے سے الگ کیے جا سکتے ہیں اور صرف ایک یا دو اجزاء پر ایمان لانا مومن ہونے کے لیے کافی ہے۔ اجزاء ایمان کو بعض مقامات پر الگ الگ بیان کرنے سے مقصود صرف یہ ہے کہ موقع و محل کی مناسبت سے بعض اجزائے پر خاص طور سے زور دیا جائے۔ ورنہ دراصل مطالبہ تمام اجزاے ایمان کا مشترک طور پر ہے، اور ان میں سے کسی ایک کا کفر بھی سب کا کفر ہے۔ مثلاً سورۂ توبہ میں ان منافقین کے مقابلہ میں، جو مختلف حیلہ جوئیوں اور غدر تراشیوں سے کسی نہ کسی طرح جہاد سے بچ کر نکل جانے کی سوچ میں رہا کرتے تھے، ان مومنین کا ذکر ہے جو میدان جہاد میں جم کر کھڑے ہوتے اور کبھی واپس آنے کی اجازت نہ مانگتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی مسلمان تھے جن کا خدا و آخرت کے ساتھ، قرآن اور رسول اللہؐ پر بھی محکم ایمان تھا لیکن ان کے متعلق فرمایا:-

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۔ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۔ (۹: ۷)

جو لوگ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال و جان سے جہاد کرنے کے بارے میں آپ سے اجازت نہ مانگیں گے اور اللہ متقیوں کو جانتا ہے۔ جہاد میں نہ جانے کے لیے صرف وہی لوگ آپ سے رخصت مانگیں گے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شک ہی میں حیران و متردد ہیں۔

ظاہر ہے کہ اگرچہ ذکر صرف ایمان باللہ اور آخرت کا ہے لیکن مقصد ایسے ہی ایمان سے ہے جیسا ان مجاہد مسلمانوں کا تھا۔ اور ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں کہ قرآن پاک نے جہاں ایجاز و اختصار سے بھی کام لیا ہے وہ بھی اس کے حکیمانہ انداز بیان پر دلالت کرتا ہے مطلب اس سے یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم میں ان

اجزاء ایمان میں سے ذکر کسی ایک یا ایک سے زیادہ کا ہو لیکن مقصود ہمیشہ تمام اجزاء ایمان ہوں گے۔ ایک کی کمی بھی کفر لازم کر دے گی۔

ان اجزاء ایمان میں سے جہانتک ہمارے موضوع کا تعلق ہے، ایمان باللہ و ملائکہ و یوم آخر محل نظر نہیں، کیونکہ یہ اجزائے ایمان اہل کتاب کے ہاں بھی موجود ہیں خواہ کیسی ہی مسخ صورت میں ہوں اور یہ ایک جداگانہ مسئلہ ہے) زیر بحث مسئلہ صرف کتابوں اور رسولوں پر ایمان ہے۔ ہمارے تجدد پسند طبقے کا خیال ہے کہ اہل کتاب اپنے اپنے رسول اور اپنی اپنی کتاب پر ایمان رکھتے ہوئے اور انہی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہوئے، انہی ثمرات ایمان و عمل سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں جو قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، اور شریعت اسلامی کے مطابق عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں یعنی بحث صرف اتنی رہ جاتی ہے کہ کتب و رسل میں قرآن پاک اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی شامل ہے یا نہیں۔ اور ان کے بغیر ایمان ممکن ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ امر بدیہی ہے کہ کتب اور انبیاء پر ایمان لانے سے مقصود وحید یہی ہے کہ ان کو منجانب اللہ مان کر ان کے احکام کی اطاعت اور ان کے طریقے کی پیروی کی جائے، ورنہ ان پر محض ایمان لے آنا۔ تو کچھ معنی نہیں رکھتا۔ (جیسا ہمارے ہاں برہمو سماج والے ایمان رکھتے ہیں)۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (۴:۹)

اور کسی رسول کو ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ بحکم الٰہی اس کی اطاعت کیجائے۔

اور قرآن کریم کے متعلق فرمایا۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (۷:۳)

جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اسی کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے اولیا کی پیروی نہ کرو

اصل بحث تک آنے سے پیشتر ایک نظریہ بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم جس چیز کو دین یا اسلام

کے نام سے پیش کرتا ہے اسکی اصلیت کیا ہے۔ قرآنی تعلیم کا اس باب میں مفہوم یہ ہے کہ اسلام اس ہدایت اور روشنی کا نام ہے جو نوع انسانی کو ہلاکت و بربادی سے بچا کر ایک ایسے سیدھے راستے پر لگا دے جو اسے اس منزل مقصود تک بلاخوف و خطر پہنچا دے جو حیات انسانی کا منتہیٰ ہے۔ یہ روشنی مختلف زمانوں میں، مختلف اقوام عالم کے (مد) حضرات انبیاء کرام کی وساطت سے اہل عالم تک پہنچتی رہی لیکن یا تو انسانی دسیسہ کاریوں کی وجہ سے اس کی صورت مسخ ہو جاتی رہی یا نسیان کی بدولت فراموش کر دی جاتی رہی، حتیٰ کہ خدائے واحد کا سچا پیغام وحید رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے قرآن کی صورت میں دنیا میں آیا۔ اور اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی۔ گویا قرآن کریم قانون الٰہی کے صحائف کی (Latestedition) ہے اور ایسی اڈیشن ہے کہ اس کے بعد اس میں نہ تو کسی تغیر و تبدل کی ضرورت ہے اور نہ تحریف و الحاق کا امکان ہے۔ ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے وقت دنیا میں بہت سی ایسی قومیں موجود تھیں جن کے پاس یہ روشنی اس سے قبل آچکی تھی اور وہ کسی نہ کسی منہاج و شریعت، آئین و قانون کی حامل ہونے کی مدعی بھی تھیں لیکن قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ جس روشنی کو یہ لوگ شمع الٰہی کی کرنیں اور سراج منیر کی شعاعیں سمجھ رہے ہیں، اس پر ذہن انسانی کے رنگین فانوس چڑھے ہوئے ہیں، اس لیے وہ اپنے اصلی رنگ اور حقیقی پیکر میں دنیا کی کسی قوم کے پاس موجود نہیں، بنی اسرائیل اس دعوے میں جملہ اقوام عالم کے پیش پیش تھے۔ اُن کے متعلق جا بجا قرآن کریم میں مذکور ہے کہ انہوں نے توریت میں اختلافات ڈلے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ (۶:۴۱) — ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ سو اس میں اختلافات ڈالے گئے

تحریفات کیں کچھ حصہ بھلا بھی دیا۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (۵:۳) — وہ کلمات کو ان کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور جو کچھ ان کو یاد دلایا گیا تھا اس میں سے ایک حصہ انہوں نے بھلا دیا۔

کتمان حقیقت بھی کی جاتی تھی۔

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۔ (۶ : ۱۱)

تم اس کو الگ الگ ورق بنا رکھتے ہو کچھ ظاہر کرتے ہو اور زیادہ تر چھپاتے ہو۔

الحاق بھی کرتے تھے ۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۔ (۲ : ۹) ۔

افسوس ہے ان پر جو کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس سے تھوڑی سی قیمت حاصل کریں ۔

قرآن کا ہر دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے۔ آج جبکہ دنیا میں اس قدر علمی تحقیقات ہو رہی ہیں۔ دس دس ہزار سال پیشتر کی تہذیب و تمدن کے آثار کھود کھود کر نکالے جا رہے ہیں، دنیا کی کوئی قوم اپنی کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں پیش کر سکی جس کے متعلق وہ خود حتمی طور پر کہہ سکے کہ اس مذہب کے بانی نے اسے اسی شکل میں دنیا کو دیا تھا۔ یورپ نے آج ان زبانوں تک کی تحقیق کر لی ہے، جن کا سمجھنے والا دنیا میں کوئی باقی نہیں رہا۔ اور باوصف اس امر کے کہ مذہب عیسائیت، اسلام کے سوا، دنیا میں قریب ترین زمانے کا مذہب ہے، انجیل کا اصل نسخہ آجتک ان کے ہاتھ نہیں لگا۔ یورپ کے پاس سب سے پرانی کتاب وہی ہے جسے سال گذشتہ روس سے لاکھوں روپیے کے عوض خرید ا گیا ہے لیکن وہ بھی جناب مسیح علیہ السلام سے تین سو برس بعد کی لکھی ہوئی ہے۔ باقی اقوام عالم کا اس سے اندازہ لگا لیجیے۔ ایک طرف تو دنیا کی مذہبی کتابوں کی یہ حالت اور دوسری طرف غیر مسلم مؤرخین تک کی شہادت موجود ہے کہ قرآن کریم اپنے ایک ایک لفظ اور ایک ایک نقطہ کی صحت کے ساتھ دنیا میں چلا آ رہا ہے ۔

یہ ہے وہ ایمان جو کتب و رسل کے بارے میں قرآن کریم پیش کر رہا ہے۔ جو لوگ دنیا میں ہدایت انسانی کے لیے کسی آسمانی روشنی کی ضرورت کے قائل نہیں، ان سے تو تخاطب نہیں، لیکن جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ انسانی سعادت و نجات کے لیئے وحی ربانی کی ضرورت لاینفک ہے، وہ ذرا غور فرمائیں کہ جب تمام اقوام عالم معترف ہیں کہ ان کے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس کی بنا پر وہ وثوق کے ساتھ کہہ سکیں کہ ان کے پاس جو تعلیم

وہ بلا تحریف و الحاق آسمانی ہے تو ایسی مشکوک تعلیم نجات و سعادت کی کفیل کیسے ہو سکتی ہے اس کے برعکس قرآن اپنے دعوے کے ثبوت میں خود ایک زندہ شہادت دنیا کے سامنے موجود ہے۔ اور پھر قرآن کے سوا جتنی مذہبی کتابیں آج دنیا میں موجود ہیں کسی ایک میں بھی یہ دعویٰ نہیں ملتا کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہو۔

اس مقدمہ کو پیش کرنے کے بعد اسلام کا یہ مطالبہ ہے کہ حقیقی اور یقینی علم آچکنے کے بعد۔ (وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ - ۶۹ : ۲۰۔ اور بے شک یہ یقینی حق ہے) ظنی اور قیاسی تعلیم کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ (وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ ۱۰ : ۴۔ اور حق کے مقابلہ میں ظن و قیاس کچھ فائدہ نہیں دے سکتا)۔ اس لیے یہ مانتے ہوئے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے وقتوں میں خدا ہی کی طرف سے یہ پیغامات لائے تھے۔ جو دستبرد زمانے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ قرآن کریم پر اس لیے ایمان لانا ضروری ہے کہ اس میں وہ تمام پیغامات اپنے اصلی اور حقیقی رنگ میں موجود ہیں۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (۵ : ۴۸) اور ہم نے تجھ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ بھی۔

یہ ہے قرآن کریم کا ایمانِ کتب و رسل سے مفہوم

بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ جب قرآن اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو پھر ان کو منسوخ العمل کیوں قرار دیتا ہے لیکن وہ اس امر کو نہیں سمجھتے کہ قرآن تصدیق تو کرتا ہے ان اصلی پیغامات کی جو حضرات انبیائے کرام علیہ السلام دنیا میں لاتے رہے اور تنسیخ کرتا ہے ان کتابوں کی جو انسانی ہاتھوں نے اصلی کتابوں کے نام سے دنیا میں پیش کر رکھی ہیں۔ ورنہ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ قرآن ان کتابوں کی ہی تصدیق کر رہا ہے جو اہل کتاب کے پاس موجود ہیں تو ایسے کس طرح سے تسلیم کیا جائے گا کہ ایک طرف تو وہ اہل کتاب کے خلاف الزام پر الزام عائد کیے جا رہا ہے (جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں) کہ وہ تحریفات کرتے ہیں، اختلافات ڈالتے ہیں،

چھپاتے ہیں، الحاق کرتے ہیں، اور دوسری طرف انہی تحریف شدہ صحائف کی تصدیق بھی کر رہا ہے ایک طرف تو اس کا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے لکھ کر پھر غلط دعوی کرتے ہیں ھذا من عند اللہ (یہ اللہ کی طرف سے ہے) اور دوسری طرف انہی کے لکھے ہوئے پر مہر تصدیق بھی ثبت کر رہا ہے کہ فی الحقیقت یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ قرآن ایسی شاعری سے بلند ہے۔ یہ محض ذہن انسانی کا ہی فریب ہے۔

اب دیکھیے کہ قرآن کریم جس ایمان کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہی ہے یا اس میں کسی کا استثنا بھی ہے۔ قرآن کریم کا پہلا ورق الٹیے۔ فاتحۃ الکتٰب کے بعد سب سے پہلے رکوع میں بتایا گیا ہے کہ مفلحون کون ہیں؟ یعنی فلاح ونجات۔ کامیابی اور کامرانی کن کے لیے ہے۔ فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (۲ : ۱)

اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے اور اس پر جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔

اس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس کے بعد دیکھیے کہ خاص اہل کتاب کے متعلق فرمایا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ (۲ : ۱۱)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اس پر جو اللہ تعالےٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اس پر ایمان لائینگے جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس سے انکار کرتے ہیں

ان سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم سے تمام برکات اس لیے چھن گئی ہیں کہ توریت و انجیل تو تمہارے پاس رہی نہیں جس پر تم قائم رہتے۔ اور قرآن پر تم ایمان نہیں لاتے۔ اگر توریت وانجیل یہیں محفوظ ہوتیں تو ان پر قائم رہنے سے یہ برکات بھی باقی رہتیں۔ لیکن اب تو سوائے قرآن کریم پر ایمان لانے کے، جو توریت وانجیل کی بھی سچائیوں پر مشتمل ہے، اور کوئی ذریعہ کامیابی نہیں ہو سکتا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ (۵ : ۱۰)

کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب تم کسی دین پر نہیں ہو تا وقتیکہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس کی پابندی نہ کرو۔

اور دوسری جگہ ہے کہ۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ (۵ : ۹)

اگر یہ لوگ توریت وانجیل کی اور جو کتاب اُن کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی ہے اس کی پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے

حقیقت یہ ہے کہ اگر توریت وانجیل کی سچی تعلیم پر یہ لوگ کاربند رہتے تو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کر لیتے کیونکہ ان کتابوں میں صریح پیش گوئیاں موجود تھیں کہ نبی آخر الزماںؐ عرب میں مبعوث ہوں گے، اور حکم دیا گیا تھا کہ جب وہ نبی تشریف لے آئیں تو ان کی پیروی کرنا۔ یہ ہے توریت وانجیل پر قائم رہنے کا مطلب۔

پھر مومن کی تعریف ہی یہ فرمائی کہ جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہو۔ اور اس کی تخصیص فرما دی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (۴۷ : ۱)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور جو اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے کہ وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اللہ ان کے گناہ ان پر سے اتار دیگا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ حقائق دنیا میں کبھی مختلف نہیں ہوا کرتے۔ دو اور دو آج بھی اسی طرح چار ہیں جس طرح فیثا غورث کے زمانے میں تھے ایرانی بھی اس کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح سے یونانی۔ اختلافات اس لیئے موجود تھے کہ ان کے پاس حقیقت موجود نہ تھی۔ اور قرآن کا۔ بہ حیثیت حقیقت یہ منصب ہے کہ وہ ان

اختلافات کو مٹائے۔ فرمایا۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۲۷:۶) — بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان باتوں کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

ایک بنی اسرائیل ہی نہیں، تمام اقوام عالم کے اختلافات مٹانے کے لیے یہی ایک حقیقت ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ (۸:۱۶) — اور ہم نے یہ کتاب تیری طرف صرف اس لیے اتاری ہے کہ جن چیزوں میں انھوں نے اختلاف کیا ان کی حقیقت ظاہر کر دے۔

اختلافات لاعلمی کے اندھیرے کی وجہ سے ہوتے ہیں!

اور قرآن ایک مشعل علم و حقائق ہے اس لیے وہی تمام نوع انسانی کو (بلاتمیز اہل کتاب و غیر اہل کتاب) اس اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والا ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (۱:۱۴) — یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تیری طرف اتارا ہے کہ تو لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لائے۔

کتب سماویہ کے حامل اپنی تعلیم کو خاص اقوام اور خاص ممالک تک محدود سمجھتے ہیں۔ برہمن اس شودر کے کان میں سیسہ گلا کر ڈالدیتا ہے جو وید (ملکہ سنسکرت) کا ایک لفظ بھی سن پائے۔ توریت صرف بنی اسرائیل کے لیے ہے۔ انجیل بیٹوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈالنا چاہتی اور جناب مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بتائے جاتے ہیں لیکن قرآن کی دعوت مکان و زمان کی حدود سے مقید نہیں۔ اس کا اعلان ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا (۱:۲۵) — برکت والی ہے وہ ذات جس نے یہ فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے بندے پر نازل کی ہے کہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانیوالا ہو۔

دوسری جگہ ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا - (۴:۲۴)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے۔ اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف روشنی بھیجی ہے۔ جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کو مضبوط پکڑیں، ان کو خدا اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریگا اور اپنے تک انکو سیدھا راستہ بتادیگا۔

دیکھیے اس میں تمام نوع انسانی کو مخاطب کیا گیا ہے اور خدا تک پہنچنے کا رستہ قرآن کریم سے اعتصام ہی بتایا گیا ہے۔ سورہ یونس میں ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (۱۰:۱۱)

کہہ دیجیے کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے۔ پس اب جو شخص راہ راست پر آجائیگا وہ اپنے نفع کے واسطے راہ راست پر آئیگا اور جو گمراہ ہوگا اس کا وبال اُسی پر پڑیگا۔

کتاب پر ایمان اور رسول پر ایمان دراصل ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص قرآن کریم کو تو منجانب اللہ مانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہ مانے۔ یا رسول اللہ کو مامور من اللہ تسلیم کرے اور قرآن کو خدا کی کتاب نہ جانے اس لیے کہیں تو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت ہے اور کہیں رسول پر۔ اور کہیں دونوں مذکور ہیں پھر مخاطب اس دعوت کے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب ہیں اسی دعوت کو دعوت اسلام قرار دیا گیا ہے:۔

وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا

اے محمد آپ بھی کہو جو اہل کتاب ہیں اور ان سے بھی جو ان پڑھ ہیں یعنی غیر اہل کتاب کہ کیا تم اسلام لائے ہو؟ اگر وہ اسلام لے آئے تو راہ راست پر آگئے

وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ (۳: ۲) اور اگر انہوں نے روگردانی کی تو تمہارے اوپر صرف پیغام پہونچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

اب دیکھیے کہ اسلام کیا ہے اور قرآن کی رو سے مُسلم کی کیا تعریف ہے؟ اسی سورۂ آل عمران کے نویں رکوع میں فرمایا ہے:۔

"جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں، پھر تمہارے پاس وہ پیغمبر آئے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے۔ تو تم ضرور اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ وہ بولے ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد ہوا کہ گواہ رہنا۔ اور میں بھی اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ سو جو شخص اس کے بعد روگردانی کرے گا، تو ایسے لوگ فاسقین میں سے ہیں۔ تو کیا پھر یہ لوگ دین خداوندی کے سوا کسی اور دین کو چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے سامنے سب سر جھکائے ہوئے ہیں جتنے آسمان اور زمین میں ہیں، طوعاً و کرہاً۔ اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور اس پر جو ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا۔ اور اس پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام انبیاء کو دیا گیا ان کے رب کی طرف سے ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ ہی کے لیے مسلم ہیں۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کریگا تو وہ اس سے مقبول نہیں کیا ہوگا۔ اور وہ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔"

انبیاء سے عہد لینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی وساطت سے ان کی امتوں سے عہد لیا گیا چنانچہ کتب سماوی کے جو حصے آج بھی ملتے ہیں ان سے بھی پتا چلتا ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو قرآن اور رسول عربی پر ایمان لانے کی تاکید کی تھی انجیل برنباس (جسے عیسائی دنیا ایک مدت تک چھپاتی رہی ہے اور بالآخر ایک عجیب طریقے سے باہر آئی ہے) میں تو حضور کا اسم گرامی اور جملہ حالات تک موجود ہیں پھر اسلام کے ایمان میں تمام انبیاء و کتب سماوی پر ایمان

لانے کی شرط ہے۔ اس کا ایک جزبھی ساقط ہو جائیگا تو ایمان نہیں رہیگا۔ کفر ہو جائیگا۔ اہل کتاب قرآن اور محمد پر ایمان لانے کے لیے کب تیار ہیں؟ اور اگر وہ ایمان لے آئیں تو پھر جھگڑا ہی کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اہل کتاب یہی کرتے ہیں نا کہ وہ بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں لیکن دیکھیے قرآن کریم اس قسم کے ایمان کے متعلق کیا فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (۴: ۲۱)	جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں پر نہیں لاتے اور یوں چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راہ تجویز کریں ایسے لوگ پکے کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں پر اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، ان لوگوں کو ضرور اللہ ان کے اجر عطا کرے گا۔ اور اللہ بڑی مغفرت والا مہربان ہے۔

خیال فرمایا آپ نے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (یہ لوگ بلاشک وشبہ پکے کافر ہیں) کن کے متعلق ہے؟ ان کے نہیں جو دنیا میں کسی پیغمبر کی امت نہیں ہیں بلکہ ان کے لیے ہے جو کسی نہ کسی پیغمبر پر تو ایمان رکھتے ہیں، لیکن باقی پیغمبروں پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور اس طرح خدا کے رسولوں میں تفریق کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف رسولوں کا ہی انکار ہے بلکہ خود خدا کا انکار ہے کہ بھیجنے والا تو کہہ رہا ہے کہ یہ ہماری طرف سے مرسل برحق ہے اور یہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ رسول کی تکذیب خود اس کے بھیجنے والے کی تکذیب ہے۔ خدا کو خدا اور رسول کو رسول سمجھنا یہ تفریق تو البتہ ضروری ہے۔ لہذا محولہ صدر آیات میں

جس تفریق کو کفر کہا گیا ہے اس سے مراد یہ تفریق ہے کہ یا تو تمام رسولوں کو چھوڑ کر صرف خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے۔ یا بعض رسولوں کو چھوڑ کر بعض کی رسالت کا اقرار کیا جائے۔ یہی تفریق کفر صریح ہے۔

بعض لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ جس طرح مسلمان حضرت موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ منجانب اللہ تھے لیکن اتباع صرف محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کرتے ہیں، اسی طرح عیسائی اور موسائی اگر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ سمجھیں لیکن اتباع اپنے ہی مذہب کا کرتے رہیں تو اس میں کیا فرق ہے؟ بظاہر یہ اعتراض معقول نظر آتا ہے مگر غور کرنے سے اس کی غلطی بآسانی واضح ہوجاتی ہے اول تو یہ کہ قرآن کریم نے ان انبیاء کرام اور ان کی کتب کے متعلق صرف تصدیق و ایمان کا حکم دیا ہے اتباع کا حکم نہیں دیا اس لیے کہ وہ کتابیں دنیا سے ناپید ہیں جس ایمان میں اتباع شامل ہے وہ ایمان صرف قرآن و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے اور تمام انبیاء کرام کی امتوں کے لیے حکم ہے کہ وہ قرآن ہی کا اتباع کریں کیونکہ نیا قانون پاس ہونے کے بعد پرانا قانون اور نیا واسرائے آنے کے پرانا وائسرائے قابل اطاعت نہیں رہتا۔ دوسرے یہ کہ عیسائی اور موسائی اگر اتباع کر رہے ہیں تو (خود ساختہ) اپنے بنائے ہوئے دین کا اتباع کر رہے ہیں نہ کہ حضرت عیسےٰ و موسیٰ علیہما السلام کا جیسا کہ خود قرآن اور تاریخ سے ثابت ہے موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا دین تو قرآن ہی کے اندر ہے اس کے باہر کہیں اور موجود نہیں لہٰذا نزول قرآن کے بعد انبیاء سابقین پر ایمان کے معنی ہی یہ ہوں گے کہ قرآن پر ایمان لایا جائے اور اسی کا اتباع کیا جائے اگر ایسا نہ کیا جائے تو تمام انبیاء سے کفر ہے حضرت عیسیٰؑ و موسیٰؑ کی طرف محض نسبت کر لینے سے تو ان پر ایمان نہیں آسکتا۔ اگر ایک عیسائی سمجھتا ہے کہ نبی اکرمؐ بھی خدا کی طرف سے ایسے ہی سچے پیغمبر ہیں جیسے حضرت عیسیٰؑ تھے تو پھر اسے نبی کریم کی تعلیم سے نفرت کیوں ہو؟ درانحالیکہ خود اس کی علمی ریسرچ اسے بار بار یقین دلا رہی ہو کہ عیسیٰ مسیح کی تعلیم مسخ ہوگئی اور قرآن اپنی اصل شکل میں، بلا شائبہ تحریف والحاق موجود ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ کہدینا کہ ایک عیسائی یا یہودی نبی اکرمؐ کو اسی طرح منجانب اللہ مانتا ہے

جس طرح ایک مسلمان حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰؑ کو مانتا ہے، ایک مفروضہ ہی مفروضہ ہے جس کی تصدیق کسی زمانے میں کسی متنفس نے نہیں کی عیسائی مصنفین نے زیادہ سے زیادہ حضورؐ کو ایک "راستباز انسان" قرار دیا ہے لیکن آپ کو ایک "راستباز انسان" ماننا اور آپ کے دعوائے رسالت کو نہ ماننا صریح تناقض ہے۔ جو لوگ آپ کے اس دعوی کو نہیں مانتے وہ درحقیقت آپ کو راستباز کیا معنیٰ، دنیا کا سب سے بڑا جعل ساز قرار دیتے ہیں اگرچہ زبان سے آپ کی راستبازی کا وہ کتنا ہی اقرار کرتے ہوں۔ پھر اسی طرح وہ قرآن کی بھی کھلی ہوئی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ قرآن تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دعویٰ بڑے زور سے پیش کرتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا سخت مطالبہ کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ ۚ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۴:۲۳)

اے لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک ٹھیک حق لے کر آیا ہے۔ اب اگر تم ایمان لے آؤ تو تمہارے ہی لیے بہتر ہوگا۔ اور اگر تم منکر رہے تو خدا تعالیٰ کی تو ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (اس کا تمہارے کفر سے کیا نقصان ہوگا)۔

دوسری جگہ رسالت نبی اکرمؐ کے متعلق ارشاد ہے:۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (۷:۲)

کہدیجیے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین پر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی مارتا ہے وہی زندہ کرتا ہے پس ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امّی پر جو خود اللہ پر اور اس کے کلام پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کا اتباع کرو۔ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

نوع انسانی کو خطاب ہے رسالت نبی امّیؐ کی دعوت تمام افراد انسانی کے لیے ہے اور اللہ کے ساتھ نبیؐ پر بھی ایمان لانے کا حکم ہے۔ ایمان ایسا جس میں اتباع ضروری ہے کہ اصل ہدایت صرف اسی نبی امّیؐ کے

اتباع سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی اور واضح حکم مطلوب ہے۔

اب خاص اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا ہے۔ فرمایا:۔

يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۵: ۳)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں۔ تم کتاب میں سے جن باتوں کو چھپاتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو صاف طور پر تمہارے سامنے کھول دیتے ہیں اور بہت سے احکام سے معاف بھی کر دیتے ہیں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور کتاب مبین آئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہ بتاتا ہے، اور اس کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

اہل کتاب کے لیے رسول اللہ پر ایمان لانا کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ قرآن کریم کی ان آیات سے کیجیے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی ہے کہ اے اللہ میری قوم کو اس دنیا میں بھی خیر و برکت عطا فرما اور آخرت میں بھی نجات و سعادت۔ جواب ملا کہ ہماری رحمت ہر چیز کو محیط ہے لیکن ورود رحمت کے لیے کچھ شرائط بھی مقرر ہیں۔ اور وہی لوگ اس سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں جو ان شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ فرمایا:۔

فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ . . . . مُفْلِحُونَ۔ (۷: ۱۹)

وہ رحمت تو میں ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں یعنی وہ لوگ جو نبی امی کا اتباع کریں جس کو وہ لوگ توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے، بری باتوں سے منع کرتا ہے

پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتا ہے اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے، اور ان لوگوں پر جو بار تھے اور جو پھندے ان پر پڑے ہوئے تھے ان کو دور کرتا ہے سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی حمایت کرتے ہیں۔ اور اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

کس قدر صاف اور بین احکام ہیں اور کتنا کھلا ہوا اسلوب بیان ہے۔ واضح کر دیا گیا کہ اہل کتاب اگر اپنی ہی کتابوں کو دیکھ لیں تو (باایں ہمہ تحریف و کتمان) اس میں رسول اکرم کی تشریف آوری کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ بعثت نبوی کے بعد رحمت الٰہی کا نزول اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشروط ہو چکا ہے اور اہل کتاب کو اس کی اطلاع بھی دی جا چکی ہے۔ پھر اتنا ہی نہیں کہ صرف ایمان لانے کا ہی ذکر ہو، بلکہ حلال و حرام میں اتباع رسول ضروری قرار دیا گیا ہے، اور قرآن کریم کی پیروی سے فلاح و نجات وابستہ کر دی گئی ہے ایسے واضح احکام کی کیا تاویل ہو سکتی ہے؟ اور معترضین ان آیات سے کیا مفہوم لیتے ہیں؟ اگر اس کے بعد بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے تو فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔

(باقی)

ہندوستان میں عربی زبان کا واحد علم بردار

مجلہ الضیاء لکھنو

جو

ہر مہینہ بہترین علمی وادبی و تعلیمی مقالات پر مشتمل پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور جس کے متعلق ممالک عربیہ کے مشہور اخبارات اور رسائل نے گراں قدر خیالات ظاہر کیے ہیں۔ مشاہیر ادبائے مصر و شام اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ہندو بیرون ہند کے ممتاز اہل علم حضرات کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔ اور شمالی ہندوستان کے علاوہ جنوبی ہند، عدن، خلیج فارس نیز دیگر عربی ممالک میں ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ مدیر مسئول مسعود عالم ندوی

نگران سرپرست حضرت سید سلیمان ندوی مدظلہ العالی قیمت سالانہ ۲/- ششماہی ۱/- منیجر سے خط و کتابت کریں۔ نمونہ کا پرچہ ۲/- کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا۔ منیجر الضیاء لکھنو